پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

رنگ سخن

اٹھا جاتا ہے چہرے سے نقاب آہستہ آہستہ
کھلا جاتا ہے ٹہنی پر گلاب آہستہ آہستہ
جھجک اس گلبدن کی دور ہوتی جا رہی ہے یوں
لگا ہے مجھ سے وہ کرنے خطاب آہستہ آہستہ
مجھے ڈر ہے نہ کھل جائے کہیں راز جوانی اب
اڑا جاتا ہے یہ رنگِ خضاب آہستہ آہستہ
فنا کی گود میں آرام سے سو جائیں گے اک دن
یہ رنگ و روپ یہ جوشِ شباب آہستہ آہستہ
یہ دل تو خیر پہلے بھی نہیں تھا ثابت و سالم
جگر بھی ہو گیا جل کر کباب آہستہ آہستہ
یونہی گر "کیلکو لیٹر" کی رہی ہم پر نوازش تو!
زبانی بھول جائیں گے حساب آہستہ آہستہ
چلے گا کون جلتی دھوپ میں شہر خموشاں تک
بکھرتے جارہے ہیں ہمر کاب آہستہ آہستہ
اڑی ہی جا رہی ہے وقت کی آندھی میں اے تائب
شکستہ زندگانی کی کتاب آہستہ آہستہ